Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

A Critical Review of "*Urdu-e-Qadeem, Dakan aur Punjab Mein*" by Dr. Muhammad Baqir

”اردوئے قدیم دکن اور پنجاب میں“ (ڈاکٹر محمد باقر) کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Sobia Umber
Lecturer Urdu, Govt Graduate College for Women, Karkhana Bazar, Faisalabad
Corresponding Email: sobiaumber@gmail.com

pISSN: 3007-2077
eISSN: 3007-2085

HEC approved in
Y category.

Received: 02-02-2025
Accepted: 25-03-2025
Online: 10-05-2025

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2025 by the author(s).

Abstract

Dr. Muhammad Baqar was a towering figure in the realm of knowledge and literature. He was simultaneously a writer, critic, researcher, teacher, and historian who made notable contributions to the field of Urdu language and literature. His book, *"Urdu-e-Qadeem, Dakan aur Punjab Mein"*, is particularly significant for its exploration of the ancient history of Urdu language and the discovery of rare manuscripts. In this work, he discussed linguistic debates, introduced rare texts, and critically examined the research findings of other scholars like Shamsullah Qadri and Mohiuddin Qadri.

Dr. Muhammad Baqar's investigation into Shah Miran Ji Shams-ul-Ashaq's date of death showcased his meticulous research and reliance on authentic references. He also provided substantial evidence concerning historical manuscripts, such as *"Lazat-ul-Nisa"*, which highlighted his commitment to uncovering the truth.

Additionally, his other works, including *"Ahwal-o-Taleemat Sheikh Abul Hassan Hajveri"*, *"Sharah Bang-e-Dra"*, and *"Khuda Ki Laathi"*, reflect his dedication to knowledge and creativity across various subjects. Through his research, he revived the forgotten aspects of Urdu literature's history.

Dr. Muhammad Baqar's intellectual pursuit and academic contributions are shining examples not only in Urdu literature but also in the broader fields of history and research.

Keywords:

Dr. Muhammad Baqar, *Urdu-e-Qadeem, Dakan aur Punjab Mein,* manuscript, Mohiuddin Qadri, rare texts, Shamsullah Qadri

ڈاکٹر محمد باقر کی علمی و ادبی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ڈاکٹر محمد باقر بیک وقت ادیب، محقق، نقاد، استاد، ماہرِ تعلیم اور مؤرخ تھے۔وہ ۴ اپریل ۱۹۱۰ لاہور بنگلہ لائلپور میں پیدا ہوئے۔انھوں نے یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور سے ایم اے فارسی کیا۔۱۹۶۵ سے ۱۹۷۰ تک

اورینٹل کالج کے پرنسپل رہے۔یونیورسٹی آف لندن سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔رائل انڈین فورس اور پاکستان ایئرفورس میں بھی خدمات سرانجام دیں۔پنجابی ادبی اکیڈمی کے چیئرمین رہے۔

"اردوئے قدیم۔دکن اور پنجاب میں"میں انہوں نے کمیاب متون کو پہلی مرتبہ متعارف کروایا۔جن میں سے چند نسخے دریافت کی حیثیت رکھتے ہیں۔اسی طرح "احوال و آثارِ اقبال" اقبال کے اجداد پر اصل منابع پر مبنی مختصر تحقیق ہے۔"احوال و تعلیمات شیخ ابوالحسن ہجویری داتا گنج بخش"کا شمار ڈاکٹر محمد باقر کی اہم مذہبی تصانیف میں ہوتا ہے۔ان کی دیگر تصانیف میں تاریخِ ممتاز، تاریخِ کوہِ نور، واقعاتِ دُرانی، شرح بانگِ درا، Lahore Past & Present، شعرائے پنجاب، سیاہ کار اور دوسرے افسانے، خدا کی لاٹھی، لندن سے خطوط، لندنی دوست کے نام خطوط شامل ہیں۔

ڈاکٹر محمد باقر کی تصنیف "اردوئے قدیم دکن اور پنجاب میں" اگست ۱۹۷۲ میں شائع ہونے والی اہم تحقیقی تصنیف ہے۔اس کتاب میں اردو زبان کے لسانی مباحث، اردوئے قدیم کے متعلق چند تشریحات اور کچھ کمیاب اور نادر متون اس کتاب کا موضوع ہیں۔قدیم نسخوں کی دریافت ان کا اہم کارنامہ ہے۔ڈاکٹر معین الدین عقیل اپنے مضمون "پاکستان میں اردو تحقیق"میں لکھتے ہیں کہ:

"۔۔۔'اردوئے قدیم دکن اور پنجاب میں' (لاہور ۱۹۷۲) اردو کے کمیاب اور غیر مطلوبہ متون کے تعارف پر مشتمل ہے۔ان کے متعارفہ چند مخطوطے دریافت کی حیثیت رکھتے ہیں۔مثلاً ہاشمی بیجاپوری کے 'احسن القصہ' (یوسف زلیخا) کا نسخہ انہیں برٹش میوزیم سے ملا۔جس سے خود میوزیم والے بے خبر تھے۔سید یوسف علی خان کے اردو مجموعہ کلام کا واحد نسخہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے پاس ہے، اس کا تعارف بھی ڈاکٹر محمد باقر نے کرایا۔بھگونت رائے راحت کی مثنوی "زہرہ و بہرام" غوث ابن عثیم کا منظوم "قصہ دلآرم" اور میر صادق علی کا "قصہ مہتاب شاہ شہزاد صف شکن" کتب خانہ جامعہ پنجاب میں موجود ہیں۔جن میں سے آخری دو مثنویوں کا کوئی نسخہ کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہے ان میں سے اول الذکر مثنوی کا مکمل متن اور آخر الذکر دونوں مثنویوں کا تعارف ڈاکٹر صاحب نے کرایا۔"(۱)

اس کتاب میں متون کی دریافت اور تعارف کے ساتھ ساتھ حافظ محمود شیرانی، شمس اللہ قادری اور ڈاکٹر محی الدین قادری کے نتائج تحقیق بھی زیر بحث لائے گئے ہیں۔سید محی الدین قادری کی گراں قدر تصنیف "اردو شہ پارے" ہے۔جس میں انہوں نے شاہ میراں جی شمس العشاق کا سال وفات ۱۴۹۸ درج کیا ہے۔جس پر ڈاکٹر محمد باقر معترض ہیں کہ کہیں سے بھی اس سال وفات کی سند نہیں ملتی۔اس سلسلے میں وہ ڈاکٹر حافظ محمود شیرانی کی تصنیف "پنجاب میں اردو"، ڈاکٹر بیلی اور زبیر کی روضۃ الاولیا کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے ۱۴۹۲ عیسوی اور ۹۰۲ھ درج کیا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی تاریخ ادب اردو میں میرانجی شمس العشاق کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"میرانجی شمس العشاق (م۔ ۹۰۲ھ / ۱۴۹۴ع) شاہ کمال الدین بیابانی کے خلیفہ تھے" (۲)

ڈاکٹر جمیل جالبی حاشیہ اس کی توضیح ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"انجمن ترقی اردو پاکستان کے ایک نادر واحد مخطوطے (قا / ۱۵۱) میں جو ۱۰۶۸ھ کا لکھا ہوا ہے اور جس میں سلسلہ میرانجی کے بزرگوں جانم، داول اور اعلیٰ کا کلام شامل ہے، ایک مرثیہ ملتا ہے۔۔۔ جس سے تاریخ وفات ۹۰۲ھ ظاہر ہوتی ہے لیکن اگلے شعر میں (س ۵۳) ۲۵ شوال شب پنج شنبہ بھی لکھا ہے جس سے ۹۰۴ھ نکلتا ہے۔ اسی مرثیے کے حاشیے پر 'شاہ حسین ذوقی ایں تاریخ گفت است، شمس العشاق ۹۰۲ھ' کے الفاظ ملتے ہیں۔" (۳)

شاہ میراں جی شمس العشاق کی تاریخ وفات کے بارے میں ڈاکٹر حافظ محمود شیرانی لکھتے ہیں:

"اردو کا سب سے قدیم نام ہندی یا ہندوی ہے اس کی ایک پرانی مثال وہ ہے جو حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق متوفی ۲۰۹ھ کے رسالہ 'خوش نغز' میں ملتی ہے"۔ (۴)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر محمد باقر کی میرانجی شمس العشاق کی اخذ شدہ تاریخ پیدائش ۲۰۹ھ درست اور مستند معلوم ہوتی ہے۔

سید شمس اللہ قادری نے اپنی تصنیف "اردوئے قدیم" میں "لذت النسا" کے مصنف کا نام شاہ محمد جامی لکھا ہے۔ جس کا تعلق محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے بتایا ہے۔ اس متعلق ڈاکٹر محمد باقر اختلاف کرتے ہوئے برٹش میوزیم کے مخطوطے کا حوالہ دیتے ہیں۔ جس سے انہوں نے خود استفادہ کیا۔ اس مخطوطے سے "لذت النسا" میں تحریر شعر کا حوالہ دے کر ثابت کرتے ہیں کہ اس کے مصنف محمد قلی ہیں جس کا تعلق تخلص جامی تھا جبکہ سید شمس اللہ قاری نے اس کا مصنف شاہ محمد تحریر کیا ہے۔ شعر کچھ اس طرح سے ہے:

بدانی محمد قلی نام من

تخلص یہ جامی در انظام من (۵)

اس کے ساتھ ساتھ اس مخطوطے کی ورق گردانی سے جامی کا تعلق سلطان عبداللہ قطب شاہ کے دربار سے ثابت کرتے ہیں۔ مخطوطے میں سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مدح سے متعلق اشعار ملتے ہیں۔ جبکہ محمد قلی قطب شاہ کا تذکرہ جامی نے کہیں نہیں کیا۔ اس سے ڈاکٹر محمد باقر کی تحقیقی خدمات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہیں۔ ملک خوشنود، جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے غلام تھے۔ اور پھر محمد عادل شاہ کے دربار کے معزز رکن شامل ہوئے۔ امھوں نے امیر خسرو کی مثنوی "ہشت بہشت" کو قدیم اردو کے سانچے میں ڈھالا۔ سید محی الدین قاری مثنوی "یوسف زلیخا" بھی ان سے منسوب کرتے ہیں۔ اور اس بارے میں کوئی سند پیش نہیں کرتے۔ برٹش میوزیم کے ڈاکٹر محمد باقر

مخطوطے تک رسائی حاصل کرکے میان دیتے ہیں کہ کہیں سے کوئی سند نہیں ملتی نہ ہی کسی دوسرے تذکرہ نگار نے ملک خوشنود کی یوسف زلیخا کا تذکرہ کیا ہے۔

ڈاکٹر حافظ محمود شیرانی کی تصنیف "پنجاب میں اردو" بلاشبہ تحقیق میں معیار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ڈاکٹر محمد باقر اس تحقیق پر بھی بعض سوالات اٹھاتے ہیں۔جو ان کی بھی تحقیقی لگن اور جستجو کا ثبوت ہیں۔ان اعتراضات کے مدلل جوابات حافظ محمود شیرانی اپنے مقالے "اردوئے قدیم کے متعلق چند تصریحات" میں دیتے ہیں۔جیسے ڈاکٹر محمد باقر پس منظر میں "تذکرہ ہندی" اور "نو طرز مرصع" کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "تحسین نے اپنے بیان میں ایک تو "اردو" کی بجائے "زبان اردو معلی" کے نام سے زبان کو یاد کیا ہے۔دوسرے ادبیات میں اس سے قبل مصحفی نے صرف "اردو" کا لفظ زبان میں معنوں میں استعمال کیا ہے۔"(۶)

ڈاکٹر باقر مزید لکھتے ہیں کہ:

> "مصحفی کا یہ تذکرہ جس میں اردو کا لفظ زبان کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔تحسین کی تالیف نو طرز مرصع سے کم از کم چار سال پہلے لکھا گیا ہے۔جیسا کہ شیرانی صاحب نے بیان کیا ہے۔نو طرز مرصع کا سن تالیف (۱۲۱۳ھ) ۱۷۹۸ئ ہے، لیکن مصحفی کا تذکرہ ہندی (۱۲۰۹ھ) ۱۷۹۴ئ میں مکمل ہوتا ہے۔کیونکہ تذکرے کے اختتام پر سن تکمیل یوں درج ہے:
>
> چوں کہ از فضل خدا ساختہ شدہ
> جلد ابن تذکرہ مانند بہشت
> سال او چوں زخرد پر سیدم
> یک ہزار و دو صد نہ بنوشت
>
> ---اس سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ تحسین سے چار سال قبل مصحفی نثر میں اردو کے لفظ کو زبان کے معنوں میں استعمال کررہا ہے"(۷)

اس سے متعلق حافظ محمود شیرانی لکھتے ہیں کہ تحسین کا "زبان اردوئے معلیٰ" لکھا اس کا مصحفی پر تقدم ظاہر کرتا ہے کیونکہ زبان کا پرانا نام "اردوئے معلیٰ" ہے نہ کہ اردو اور مصحفی "اردو" کا لفظ استعمال کرتا ہے۔حافظ محمود شیرانی، نو طرز مرصع کی تالیف مصحفی کے تذکرہ ہندی کے چار سال بعد ہوئی، کو تسلیم نہیں کرتے وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اگرچہ "آب حیات" سے استفادہ کرتے ہوئے انہوں نے نو طرز مرصع کی تالیف ۱۲۱۳ھ بیان کی تھی جیسا کہ "پنجاب میں اردو" میں لکھتے ہیں:

"مگر زبان کے موضوع میں اس کا استعمال چنداں قدیم نہیں ہے اس کی روح میں آئے سو، سوا سو سال کا عرصہ کم و بیش گزرتا ہے ادبیات میں سب سے بیشتر میر محمد عطا حسین خان حسین نے یہ نام اختیار کیا۔ چناچہ "نو طرز مرصع" تالیف ۱۲۱۳ھ۔۔۔"(۸)

لیکن انہوں نے تحسین کی تالیف نو طرز مرصع کے ابتدائی اوراق کے مطالعہ سے اپنی رائے بدل دی۔ وہ اپنے مقالے میں لکھتے ہیں کہ:

"میر صاحب (میر تقی) کے بعد محمد حسین عطا خاں تحسین المخاطب بہ مرصع رقم ہیں۔ وہ فیض آباد آکر نواب شجاع الدولہ کی ملازمت میں داخل ہوتے ہیں۔ ایک روز انہوں نے امیر خسرو کی چار درویش، فارسی کے مجوزہ ترجمے کا ایک حصہ نواب وزیر کو سنایا، اس نے بہت پسند کیا اور کتاب کی تکمیل کی فرمائش کی مولف نے ہمہ تن مصروف ہو کر اس کام کو سر انجام دیا اور کتاب جس کا نام 'نو طرز مرصع' تھا نواب کی خدمت میں پیش ہونے والی تھی کہ ۱۱۸۸ھ میں شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا۔ تحسین کچھ عرصہ خاموش رہا، بعد میں دیباچہ کتاب میں ایک قصیدہ نواب آصف الدولہ کی مدح میں داخل کر کے کتاب مذکور نواب کی خدمت میں پیش کی یہ واقعہ ظاہر ہے آصف الدولہ کی نوابی کے ابتدائی دور میں پیش آیا ہو گا"۔(۹)

اس طرح حافظ محمود شیرانی نو طرز مرصع کا سن تالیف ۱۱۸۸ھ یا اس کے قریب کا زمانہ ثابت کرتے ہیں۔ اور نو طرز مرصع کا تذکرہ ہندی پر تقدم ثابت کرتے ہیں۔ حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر محمد باقر کے استاد بھی تھے۔ ڈاکٹر محمد باقر، شیرانی صاحب کے تحقیقی طریقہ کار اور معیار کے خود بھی معترف ہیں۔ ڈاکٹر محمد باقر اپنے مقالے "حافظ محمود شیرانی: تحقیق کا طریقہ کار اور معیار" میں لکھتے ہیں:

"شیرانی مرحوم کا طریقہ کار یہ تھا کہ موضوع زیر بحث پر تحقیق کرنے کے لیے سب سے پہلے مستند مواد جمع کیا جائے۔ تاریخی، لسانی اور ادبی مواد میں وہ صحیح معاصر خطی نسخوں، سکوں، فرامین اور تاریخ وار ظروف، کتبوں، پارچات اور چوبی شواہد وغیرہ کو اولیت کا درجہ دیتے تھے۔۔۔"(۱۰)

ڈاکٹر محمد باقر اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ شیرانی صاحب، ڈاکٹر سید محی الدین زور اور سید شمس اللہ قادری کی تحقیقات مستند ہیں اور علمی و ادبی اہمیت کی حامل ہیں۔

مجموعہ بارہ قصہ کے عنوان سے ڈاکٹر محمد باقر دکنی زبان کے ان بارہ قصوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن میں گیارہ قصے دریافت کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کا تذکرہ اس سے پہلے کہیں نہیں ملتا۔ ڈاکٹر محمد باقر رقم طراز ہیں:

"۔۔۔ان میں سے پہلا قصہ "لال و گوہر" کا ہے جو عاجز کی منظوم تصنیف ہے چونکہ عاجز کے سوانح حیات اور اس

قصے کا تفصیلی ذکر ہاشمی کی گراں قدر تصنیف "یورپ میں دکنی مخطوطات" اور نصیر الدین ہاشمی کی تصنیف "دکن میں اردو" میں موجود ہے اس لیے اس قصے کے متعلق کچھ عرض نہیں کروں گا۔لیکن اس مجموعہ میں دیگر جو گیارہ منظوم قصے ہیں ان کا ذکر یا ان کے معنوں کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔اس لیے جو معلومات ان قصوں سے فراہم ہو سکی ہیں وہ پیش کی جاتی ہیں"(۱۱)

ان گیارہ قصوں میں "قصہ لیلیٰ و مجنوں"، "قصہ نازنین و خان والاشان جعفر خان مرحوم"، "قصہ قاضی و چور کا"، قصہ لڑائی بیر الالم"، "جمجمہ کا قصہ"، "وفات نامہ خاتون جنت فاطمۃ الزھرہ"، "قصہ زیتون و محمد حنیف" اور "قصہ چوہا اور بلی کا" وغیرہ شامل ہیں۔ان تمام قصوں کے مصنفین کا تعارف، تاریخ تصنیف اور اس کے ساتھ ساتھ قصوں کے مطالب اور نمونہ کلام شامل کیے ہیں۔جو اردو ادب و تحقیق میں گراں قدر اضافہ ہیں۔

"قصہ عشق افزا" جرمن شاعر فرانسو کی تصنیف ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اس کا مخطوطہ قیام پاکستان کے بعد لاہور کے بازار سے حاصل کیا۔جو قرین قیاس ہے کہ فسادات کی نذر ہو کر کسی نجی کتب خانے سے وہاں تک پہنچا۔ڈاکٹر صاحب کی تحقیقی جستجو اور بصیرت سے یہ نسخہ بھی زیر نظر کتاب کا حصہ ہے۔"عشق افزا" کے مطالب، افسانہ، اور اس کی ادبی و لسانی خصوصیات سے بحث کتاب کا حصہ ہے۔ڈاکٹر صاحب اس مثنوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> "اردو کی اصناف سخن میں مرثیہ کے سوا کوئی صنف سخن نہیں جس کی نمائندگی قصہ عشق افزا میں نہ ہوتی ہو۔فرد اور رباعی سے لے کر غزل تک نظم، قصیدہ، حمد، منقبت سبھی کچھ یہاں موجود ہے۔نظم میں بہترین نظمیں وہ ہیں جو شہر دلی، چاندنی چوک اور لال قلعہ لکھی گئی ہیں۔"(۱۲)

اس کے ساتھ ساتھ قصہ عشق افزا کی نثر اپنے عہد کی ترجمان ہے۔اس میں فارسیت کا غلبہ ہے اور جابجا تشبیہات و استعارات کا استعمال کیا گیا ہے۔فرانسو نے بکثرت افعال، اسما اور صفات کے پنجابی جمع استعمال کیے ہیں۔جن کو ڈاکٹر صاحب نے زیر نظر کتاب میں مثالوں کے ساتھ واضح کیا ہے۔

مثنوی "زہرہ و بہرام" کا مکمل متن ڈاکٹر محمد باقر کتاب میں شامل کرتے ہیں۔اس میں لکھنوی زبان اور ربط و تسلسل مثنوی کا حصہ ہے۔مثنوی کے آغاز میں حمد کا ایک شعر ہے اور پھر شاعر اکتیس اشعار عشق کی تعریف میں نظم کرتا ہے پھر قصہ کا آغاز ہوتا ہے۔قصہ روانی اور تسلسل کے ساتھ چلتا ہے ہر ایک بیان کے بعد ساقی نامہ کا ایک شعر شامل کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ قصے کے ربط میں کہیں غیر ضروری مداخلت نہیں کی گئی۔اور افسانے میں کوئی مافوق الفطرت عناصر داخل نہیں کیا گیا۔ڈاکٹر محمد باقر نے ترتیب میں قیاسی تصحیح

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

سے بھی کام لیا ہے۔ کیونکہ تحریر متن میں خود مصنف سے بھی غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔ اس لیے دستخطی نسخے میں غلطیوں کا احتمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ خلیق انجم متنی تنقید میں لکھتے ہیں:

> "۔۔۔ہمیں مصنف کا جو دستخطی نسخہ ملتا ہے یہ عام طور پر پہلا مسودہ نہیں ہوتا۔ مصنف اپنا اصل مسودہ جو غیر مرتب اور عام حالت میں ہوتا ہے اور جس میں ترمیم، کانٹ چھانٹ اضافے اور حذف ہوتے ہیں ضائع کر دیتا ہے گویا متنی نقاد کو مصنف کا جو دستخطی نسخہ ملا ہے وہ بھی نقل در نقل ہے اس لیے خود مصنف سے ان غلطیوں کا احتمال ہے جو متنی نقاد یا کاتب سے سرزد ہوتی ہیں۔" (۱۳)

ایسی اغلاط کی تصحیح ڈاکٹر صاحب مثنوی میں مختلف جگہوں پر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ کیجیے:

خرد مند سنتے ہیں پیغام کو
گیا بھول سب عیش آرام کو(۱۴)

اس شعر میں ڈاکٹر صاحب "ہیں" کی جگہ لفظ "ہی" کو زیادہ موزوں خیال کرتے ہیں۔ ایک اور مثال دیکھیے:

گیا برج مغرب میں جب آفتاب
جہاں میں سیاہی کا ڈالا نقاب (۱۵)

حاشیہ میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں "جہاں میں" کی جگہ "جہاں پر" کو زیادہ موزوں تھا۔

مثنوی "نیرنگ مملکت چین" یا "قصہ دلارام" کا مصنف غوث ابن عظیم ہے۔ ڈاکٹر محمد باقر کو اس مثنوی کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی کے مخطوطات سے حاصل ہوا۔ مخطوطے اور مصنف سے متعلق معلومات اسی متن سے اخذ شدہ ہیں۔ کیونکہ ڈاکٹر محمد باقر کے پیش نظر واحد مخطوطہ ہی تھا۔ اس کے علاوہ کوئی اور مخطوطہ یا مصنف سے متعلق معلومات کہیں اور سے دستیاب نہیں ہوئیں۔ زیر نظر کتاب میں ڈاکٹر صاحب اسی متن سے مستفید ہوتے ہوئے مصنف کا تعارف کرتے ہیں۔ وجہ تصنیف میں وضاحت کرتے ہیں کہ غوث کو کسی دربار تک رسائی حاصل نہ تھی نہ کسی رئیس کی سرپرستی حاصل تھی۔ بلکہ چودھویں رات میں جب شراب کا دور چل رہا تھا اور سب دوست دل بہلانے کے لئے مختلف قصے، کہانیاں سنا رہے تھے۔ ان میں ایک قصہ دلارام تھا مصنف کو یہ کہانی پسند آئی اور اس نے اسے مثنوی کے قالب میں ڈھال دیا۔

ڈاکٹر صاحب کے پاس اس مثنوی کا مکمل مخطوطہ تھا۔ جس کے چند صفحات زمانے کی دستبرد کی نذر ہو چکے تھے۔ اس لیے کہانی یا افسانہ نامکمل صورت میں ہمارے سامنے ہے اور مثنوی کی مقبولیت کے بارے میں بھی کوئی رائے نہیں دی جا سکتی۔ مثنوی کا جتنا افسانہ دستیاب ہے قیاس کیا جاتا ہے کہ مخطوطے کے چند اوراق ہی غائب ہیں۔ مصنف نے مافوق الفطرت عناصر بہت کم استعمال کیے ہیں۔ پلاٹ

بہت جاندار ہے۔ اگر اس دور کی نظر سے دل چسپی ختم نہیں ہونے دیتا۔ بلکہ ڈرامائی عنصر شامل کر کے اسے مزید آگے پڑھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر محمد باقر اس سے متعلق رائے دیتے ہیں:

> "۔۔۔اس دور کی دیگر افسانوی تخلیقات کے اعلی الرغم مثنوی میں ماقوق الفطرت(Super Nature)عنصر کو بہت کم دخل ہے ڈرامہ کا عنصر بدرجہ اتم موجود ہے کیونکہ مصنف نے نا اتفاقی حادثات کے صدور سے مثنوی میں تین معراج(Climaxes)پیدا کیے ہیں۔"(۱۶)

ڈاکٹر محمد باقر پورا قصہ (جتنا متن میں دستیاب ہوا ہے) بیان کرتے ہیں۔ اور آخر میں متن کی لسانی خصوصیات پر حوالوں کے ساتھ سیر حاصل بحث کرتے ہیں۔

"قصہ مہتاب شاہ وشہزادہ صف شکن" کا مخطوطہ بھی ڈاکٹر محمد باقر پنجاب یونیورسٹی کے مخطوطات سے حاصل کرتے ہیں۔ انہیں یہ مخطوطہ سعادت یار خان رنگین کے منظوم خطوط کے ساتھ رکھا ملا جسے فہرست ساز نے سعادت یار خان رنگین ہی کی تصنیف قرار دیا ہے۔ جبکہ بار ہا مقامات پر مثنوی میں اپنے تخلص "صادق" کو استعمال کیا ہے۔ شاعر کا پورا نام میر صادق علی صادق تھا۔ ڈاکٹر محمد باقر نے اس مخطوطے سے استفادہ کرتے ہوئے مصنف میر صادق علی کے بارے میں معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ کہ مصنف مثنوی کی تصنیف کے وقت نوجوان تھا اور مولانا فخر الدین شاہجہاں آبادی کا مرید تھا۔ صادق نے یہ مثنوی "مثنوی البیان" کی شہرت سے متاثر ہو کر لکھی مگر اسے شہرت نصیب نہ ہو سکی۔

ڈاکٹر محمد باقر مثنوی کی تاریخ، تصنیف، مطالب اور افسانہ سے امثال کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔ جس سے ان کی تحقیقی مزاج کی عکاسی ہوتی ہے۔ آخر میں ڈاکٹر محمد باقر مثنوی کی لسانی خصوصیات سے بحث کرتے ہیں۔ اور انتخاب کلام میں "دلفریب کے نام صف شکن کا خط" بھی شامل کرتے ہیں۔

"مراد المحبین" پیر مراد شاہ مراد لاہوری کی مثنوی ہے۔ ڈاکٹر محمد باقر اس مثنوی کا تعارف اور مکمل متن کتاب ہٰذا میں پیش کرتے ہیں۔ اس سے پہلے دنیائے ادب اس متن سے متعارف نہ تھی۔ اس میں قصہ چہار درویش کو منظوم صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد باقر لکھتے ہیں:

> "۔۔۔مراد شاہ کی تصنیف مراد المحبین کی دریافت سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اردو میں تحسین کے بعد اردو نظم میں سب سے پہلے بادشاہ نے اس قصے کو منظوم کرنے کی کوشش کی ہے۔"(۱۷)

وجہ تصنیف کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ باغ و بہار کے قصے کو تمام مصنفین کسی نہ کسی فرمائش پر لکھا تھا۔ پھر اس سے

اپنی محنت کاصلہ بھی حاصل کیا۔لیکن مراد شاہ نے بغیر صلے اور لالچ کے اپنے ایک دوست حکیم علیم اللہ ابن محمد حیات کی فرمائش پر اس قصے کو نظم کیا۔جس کا تذکرہ انہوں نے مثنوی میں بھی کیا ہے۔کتاب ہٰذا ڈاکٹر صاحب افسانے کو صراحت سے بیان نہیں کرتے کیونکہ افسانہ معروف ہے اور مختلف صورتوں میں باآسانی دستیاب ہے۔متن کے تعارف سے پہلے چند لسانی خصوصیات سے بحث ضرور کرتے ہیں۔تاکہ قاری کو متن کی تفہیم میں آسانی ہو۔اس سے مرتب کا علمی وقار بھی بلند ہوتا ہے،جیسا کہ رشید حسن خان اپنی تصنیف "ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ" میں لکھتے ہیں:

> "اصل متن کو پورے آداب کے ساتھ مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے متعلقات کو بھی تفصیل کے ساتھ قلم بند کرنا چاہیے۔چوں کہ مدون کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ زبان،قواعد زبان،قواعد و بیان،قواعد و شاعری اور اصلاح زبان کی مختلف تحریکوں سے بہ خوبی واقف ہو۔اس لیے ایسا شخص اگر ان امور کو ناتمام چھوڑ دے گا یا نظر انداز کر دے گا تو بہ صورت،اس کتاب کو مجموعی حیثیت سے ناتمامی سے آلودہ کر دے گی اور مرتب کے متعلق بھی کچھ اچھی رائے قائم کرنا مشکل ہو گا۔"(۱۸)

ڈاکٹر محمد باقر مثنوی میں موجود پنجابی الفاظ،پنجابی افعال و اسما اور محاورات پر بحث کرتے ہیں۔متروک اور ہندی الفاظ کو معانی کے ساتھ تحریر کیا ہے۔تاکہ تفہیم عبارت میں قاری کو آسانی ہو اور قاری باآسانی غیر معروف قافیوں،تذکیر و تانیث میں مستعمل غیر مروج قاعدوں اور متروک الفاظ سے روشنائی حاصل کر لے۔ڈاکٹر محمد باقر تصحیح متن میں بھی تحقیق و تفحص کی راہ سے حقیقت تک پہنچنے کی سعی کرتے ہیں۔وہ اس دور کی زبان،قواعد زبان،معاصر شعرا اور ان کے اسلوب کا مطالعہ کرنے کے بعد پیر مراد شاہ لاہوری کے اسلوب اور قدرت زبان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ان عوامل کی وضاحت ڈاکٹر تنویر احمد علوی اپنی تصنیف "اصول تحقیق و ترتیب متن" میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> "کسی مخطوطہ،قلمی نسخے یا قدیم مطبوعہ روایت میں شامل کسی متن،حصہ متن،لفظ یا عبارت کی صحت و عدم صحت کے سلسلے میں کسی قطعی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے خارجی و داخلی وسائل کی قطعی یا اطمینان شہادت درکار ہوتی ہے۔اس کے لیے مصنف کی زبان،اس کی صرفی و نحوی ساخت،اس کے عہد کے تلفظ،ادبی محاورے اور شعری جوازات کو سمجھنا ہوتا ہے کہ مصنف کے اپنے زمانہ زندگی،اس کے علمی و ادبی ماحول میں،کس بات کو کس طور پر کہنے کا دستور تھا،خود اس کا اپنا لسانی حلقہ،ذاتی علمی معیار اور ادبی مقام کیا تھا،وہ کن باتوں کو اپنے لیے پسند یا ناپسند کرتا تھا۔"(۱۹)

"مرادالمحبین" کا مکمل متن کتاب ھٰذا میں موجود ہے۔ مثنوی کی زبان سلیس اور بامحاورہ ہے۔ جہاں کہیں قاری کو سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی ہے ڈاکٹر صاحب کی وضاحت راہنمائی کرتی ہے۔ "مرادالمحبین" کا شعر ملاحظہ کیجیے:

نہ ہووے خزاں گل رہیں ڈھڈھے
چمن میں کریں بلبلیں چہچہے(۲۰)

حاشیہ میں ڈاکٹر صاحب، ڈھڈھا کے معانی "تروتازہ، شاداب" کرتے ہیں۔ ایک اور شعری مثال ملاحظہ کیجیے:

تو کہنے لگا آج منظور ہوں
نہیں طاقت اٹھنے کی مجبور ہوں(۲۱)

حاشیہ میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں "منظور ہوں" مراد غالباً "معذور ہوں" ہے۔

ڈاکٹر محمد باقر ایک علم و ادب کے روشن مینار تھے۔ وہ بیک وقت ادیب، نقاد، محقق، استاد، اور مورخ تھے، جنھوں نے اردو زبان و ادب کے میدان میں قابلِ قدر تحقیقی خدمات انجام دیں۔ ان کی تصنیف "اردوئے قدیم، دکن اور پنجاب میں" خاص طور پر اردو زبان کی قدیم تاریخ اور نایاب نسخوں کی دریافت کے حوالے سے نہایت اہم شمار کی جاتی ہے۔ اس کتاب میں وہ اردو کے تاریخی لسانی مباحث، کمیاب متون کے تعارف اور شمس اللہ قادری، محی الدین قادری جیسے محققین کے نتائجِ تحقیق کو زیرِ بحث لائے۔ ڈاکٹر محمد باقر کی تحقیقی جستجو اور علمی خدمات نہ صرف اردو زبان و ادب بلکہ تاریخ و تحقیق کے میدان میں بھی روشن مثالیں پیش کرتی ہیں۔

حوالہ جات

۱. معین الدین عقیل، ڈاکٹر، پاکستان میں اردو تحقیق، مشمولہ: اردو میں اصول تحقیق، مرتبہ: ڈاکٹر سلطانہ بخش، لاہور: اردو اکیڈمی، ۲۰۲۱، ص: ۳۲۹

۲. جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو (حصہ اول)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۵، ص ۱۶۷

۳. ایضاً

۴. محمود خان شیرانی، حافظ، پنجاب میں اردو، مرتبہ: محمد اکرم چغتائی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵، ص ۴۹

۵. محمد باقر، ڈاکٹر، اردوئے قدیم دکن اور پنجاب میں، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲، ص ۳۱

۶. ایضاً، ص ۲۹

۷. ایضاً، ص ۳۰
۸. محمود خان شیرانی، حافظ، پنجاب میں اردو، مرتبہ: محمد اکرم چغتائی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵، ص ۳۰
۹. محمود شیرانی، حافظ، اردوئے قدیم کے متعلق چند تفریحات، مشمولہ: مقالات حافظ محمود شیرانی، (جلد اول) مرتبہ: مظہر محمود شیرانی لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷، ص ۱۴۹۔۱۵۰
۱۰. محمد باقر، ڈاکٹر، حافظ محمود شیرانی، تحقیق کا طریقہ کار اور معیار، مشمولہ: حافظ محمود خاں شیرانی، پنجاب میں اردو، مرتبہ: محمد اکرم چغتائی، ص ۶۹۸
۱۱. محمد باقر، ڈاکٹر، اردو قدیم دکن اور پنجاب میں، ص ۷۸
۱۲. ایضاً، ص ۱۱۳
۱۳. خلیق انجم، متنی تنقید، نئی دہلی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۶، ص ۵۴
۱۴. محمد باقر، ڈاکٹر، اردو قدیم دکن اور پنجاب میں، ص ۱۵۹
۱۵. ایضاً، ص ۱۴۳
۱۶. ایضاً، ص: ۱۷۳۔۱۷۴
۱۷. ایضاً، ص ۲۶۸
۱۸. رشید حسن خان، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۳، ص ۹۹
۱۹. تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، اصول تحقیق و ترتیب متن، لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۳، ص ۱۷۸
۲۰. محمد باقر، ڈاکٹر، اردوئے قدیم دکن اور پنجاب میں، ص ۲۷۸
۲۱. ایضاً، ص ۳۵۳